Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 6, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

آسیہ راج

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر رئیس احمد مغل

پروفیسر شعبہءاردو، گورنمنٹ سپیریئر سائنس کالج، پشاور

صلیبی جنگوں پر اردو متون: مصنفین کے مقاصد کا تجزیہ

Asia Raj

PhD Scholar, Urdu Department, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar

Dr. Raees Ahmed Mughal

Professor, Urdu Department, Government Superior Science Collage, Peshawar

Urdu Texts On The Crusades: An Analysis Of The Authors' Objectives

The Crusades is subject and theme of numerous fiction and nonfiction Urdu publications. This short article is an attempt to identify and catagrorize authors' motives and intentions for writing or translation on the subject. The 15 publications used for the analysis coveres timeline from 1895 to 2014. Four major intentions identified through this study are: Motivating youth in colonial India through depicting heroic acts in the past; Relegious affinity with Al-aqsa and Palenstine; Responding to Orintalists; and to check the efforts of Christian Missionaries in the British India. All four areas are documented through authors' openions in qoutations.

Key words: Crusades, Urdu Novel, Biography, Historic Fiction, Target Audiance

کلیدی الفاظ: صلیبی جنگیں، اردو ناول، سوانح عمری، تاریخ اور ادب، مطلوب قاری

برصغیر میں 1857ء کے انقلاب کے ساتھ ہی پرانی اقدار کا خاتمہ شروع ہوا اور ہندوستان میں سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشرتی اور تہذیبی لحاظ سے تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بدلے ہوئے معاشرے کے اہم موضوعات کو مصنفین نے اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ اردو ادب میں نئے نئے موضوعات سامنے آئے جن میں ایک "صلیبی جنگیں" بھی ہے۔اس مختصر تحقیقی مضمون میں برصغیر میں انگریزوں کے اقتدار سے لے کر دورِ حاضر تک صلیبی جنگوں پر لکھی گئی تخلیقات کا مطالعہ اس بنیادی سوال کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے کہ اس موضوع پر لکھنے والے مصنفین اور مترجمین کے مقاصد کیا تھے۔اس میں 1895ء سے لے کر 2014ء تک 15 مصنفین کے مقاصد کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس میں کل سات ناول، پانچ سوانح عمریاں اور چار تاریخی کتب شامل ہیں جن میں پانچ افسانوی نثر جب کہ نو غیر افسانوی نثر ہیں۔

شامل تحقیق مطبوعات کے تجزیے کے بعد چار بڑے مقاصد سامنے آئے جو اردو مصنفین اور مترجمین کے پیش نظر، صلیبی جنگوں پر کسی متن کا جواز ہیں۔یہی چار مقاصد، اسلاف کے کارناموں سے نئی نسل کو آگاہ کرنا؛ قبلہ اول کی نسبت سے فلسطین اور صلیبی جنگوں میں جہاد کا منظر نامہ؛ مستشرقین کی پھیلائی غلط فہمیوں کی درستی؛ اور عیسائی مشنری پراپگنڈے کا جواب ہے۔ان چاروں مقاصد کے حوالے سے ذیل میں مصنفین اور مترجمین کا نکتہ نظر اور تفاصیل درج کی جارہی ہیں۔

اسلاف کے کارناموں سے آگاہی:

انگریزوں کے مکمل سیاسی اور معاشی تسلط کے بعد، برصغیر کے مسلمان اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ وہ جنگ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے دانشوروں اور اہل قلم نے شعور پھیلانے اور اپنی قوم کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے انگریزوں کے خلاف اس جنگ میں توپوں اور سنگینوں کے بجائے الفاظ کو اپنا ہتھیار بنایا۔ یہ ایسا ہتھیار تھا

جس کے ذریعے اس معاشرے کے مسلمانوں کے اعمال و افعال پر بھی گہرا اثر پڑا۔ ان کے جذبات و احساسات کو بیدار کرنے کے لیے مصنفین نے جن موضوعات کا انتخاب کیا ان میں سے ایک صلیبی جنگیں ہیں ۔ان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ برصغیر میں ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہونے سے بچایا جائے۔ حکیم احمد حسین "صلاح الدین" کی سوانح عمری کے پیش لفظ میں برملا اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلمان تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر اسلاف کے کارناموں سے یکسر انجان ہیں۔ وہ مسلمانوں کو دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتے ہیں۔ سوانح نگار لکھتے ہیں کہ :

"ہم میں نہ تو وہ ہمدردی باقی ہے اور نہ اس جوش کا کچھ اثر ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارے بزرگوں نے کامیابی کا سکہ عالم میں چلا دیا تھا۔ ہم دنیائے اسلام کے اس نامی ہیرو کا ذکر کیا چاہتے ہیں کہ جس کے دیکھنے اور سننے سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ہم لوگوں میں ہمدردی فیاضی خودداری مردانگی اور دلیری کی صفتیں پھر پیدا ہو جائیں گی اور پھر ترقی یافتہ قوموں میں اپنا شمار ہو جائے گا۔" (1)

اس سوانح کا ترجمہ 1895ء میں کیا گیا۔ اس وقت پوری دنیا میں برطانیہ سب سے بڑی سیاسی اور معاشی قوت تھی۔ عالمگیر جنگ کے آثار ابھی نمایاں نہ ہوئے تھے اور نوآبادی حکومت کے تحت مسلمانوں کی اکثریت آزادی یا مساوات کے ساتھ زندگی گزارنے سے مایوس تھی۔ یوں دیگر موضوعات کے ساتھ صلیبی جنگوں کو بھی اس غرض سے پیش کیا گیا کہ انھی عیسائی حکمرانوں کو ہمارے آباواجداد شکست دے چکے ہیں۔

عبدالحلیم شرر نے بھی اگرچہ یورپی مورخ جارج ڈبلیو کاکس کی تاریخی کتاب کا ترجمہ کیا ہے لیکن اس کے پیچھے یہی سبب تھا کہ مسلمانوں کو نہایت زور و شور سے دلاوران اسلام کی شان و شوکت کو بیان کیا جائے۔ عبدالحلیم شرر کے مطابق ان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ صلیبی لڑائیوں کے زندہ کرداروں کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس طرح وہ اپنی روشن تاریخ سے بھی واقف ہوں گے اور اپنے اسلاف کے کارناموں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کریں گے۔(2)

اس کے علاوہ شرر نے اپنی تاریخی ناول "ملک العزیز ورجنا" کے پیش لفظ میں بھی تاریخی ناول لکھنے کا یہی سبب بیان کیا ہے :

"اس ناول نے قوم اسلام کے وہ کارنامے دکھائے جو بجھے ہوئے جوشوں اور پژمردہ حوصلوں کو از سر نو زندہ کر سکتے ہیں۔۔۔ ہم مختصر اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کی کسی قوم کو شخصی گورنمنٹ کی صورت میں ایسا بے نفس کوئی بادشاہ نہ ملا ہوگا جیسا سلطان صلاح الدین مسلمانوں کو ملا ہے۔" (3)

شرر کا بنیادی اور واضح مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں مذہبی جوش پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان میں اسلاف کے کارناموں سے لگاؤ پیدا کیا جائے۔ اسی لیے انھوں نے تاریخ سے انس پیدا کرنے کے لیے صلیبی جنگوں کے اہم کردار صلاح الدین ایوبی کو اپنے ناول کا موضوع بنایا۔

صادق حسین سردھنوی اپنے ناول "صلاح الدین ایوبی" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں ایسے بہت سے کردار گزرے ہیں جنھوں نے جرات، بہادری ،ہمت، دلیری اور استقلال سے ایسی حکومتیں حاصل کی ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ان میں ایک اسلامی ہیرو سلطان صلاح الدین ایوبی بھی ہیں جنھوں نے یہ مقام اپنے قوت بازو سے حاصل کیا اور جرات و دلیری کی ایک مثال قائم کی۔(4) انھوں نے اصلاح کے جذبے سے سرشار ایک واضح مقصد بیان کیا ہے۔ مسلمانوں کی سنہری تاریخ کو اس لیے پیش کیا تا کہ وہ ایک بار پھر اپنی کامیابی کی طرف مائل ہو جائیں۔

اسی طرح مورخ اسماعیل ریحان نے بھی تاریخ لکھنے کا مقصد سلطان صلاح الدین کی شخصیت کو قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق سلطان صلاح الدین اسلامی مجاہد کے حوالے سے ہر مسلمان قائد کے لیے ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی، کارنامے اور اخلاق نہ صرف حکمرانوں کے لیے رہنمائی کا نمونہ ہے بلکہ عوام کے لیے بھی اس میں ایک نصیحت اور واضح پیغام موجود ہے۔ (5)

گویا صلاح الدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پر عزم ہو کر ہی ہر دور کے مسلمان اپنے زوال کو عروج میں بدل سکتے ہیں۔

رشید اختر ندوی کا صلاح الدین کی سوانح لکھنے کا مقصد اور سبب دور زوال میں مسلمانوں کو ہمت دلانا اور اسلاف کے کارناموں سے آگاہ کرنا تھا۔ سوانح نگار اس دور کے حالات سے بخوبی واقف تھے کہ مسلمان کس قسم کی پریشانیوں اور مصائب کا شکار ہیں۔ مصنف کے مطابق اس وقت کی پریشانیوں اور مصائب کی بڑی وجہ مسلمانوں کی مایوسی اور جینے کی امنگ چھوڑ دینا تھا۔ اس دور کے مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اس حقیقت کی نشاندہی کرائی جائے کہ اپنے اسلاف کی طرح خود ہی ہاتھ پاؤں چلانے ہیں، ایسی صورت میں ہی کامیابی کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "مجاہد اعظم حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی" کے دیباچہ میں برملا اس کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت بھی مسلمانوں کی حالت بہت مایوس کن ہے لیکن یہ نتیجہ ہے ان کی اپنی غفلتوں اور غلطیوں کا۔ آج وہ خود جینے پر کچھ زیادہ آمادہ نہیں ہیں۔ مگر جس دور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس وقت مسلمان زندہ رہنا چاہتے تھے اور زندہ رہنے کے لیے وہ ہاتھ پاؤں ہلا رہے تھے۔ البتہ ان کے دشمن انھیں ہمیشہ کے لیے

خاموش کرنے پر پورے طور سے آمادہ تھے۔ ایسے خطرناک اور مایوس کن حالات میں ایوب خاندان کے اس فرد نے مسلمانوں کی حیات ملی کی بقا کے لیے کمر ہمت باندھی اور اس جرات اور حوصلہ کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا کہ وہ اپنے تمام فاسد خیالات بھول گئے۔"(6)

گویا مصنف کے مطابق مسلمانوں کو اس دنیا میں بے مقصد جینے کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں رہیں گے۔ ان کا مقصد ہمیشہ غالب رہنا ہے، نہ کہ مغلوب۔

سوانح نگار سراج الدین احمد نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارناموں کو بیان کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس مرد عظیم کی ہمت و کارنامے ہی تھے جن کی وجہ سے اس مرد مجاہد نے تمام یورپی افواج کو شکست سے دوچار کیا۔ ان سے نہ صرف بیت المقدس واپس حاصل کیا بلکہ انھیں کسی بھی مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ وہ ناکامی کی چادر اوڑھے واپس یورپ چلے گئے۔(7) اگر مسلمان اسی طرح کی حکمت عملی اپنائیں تو کچھ شک نہیں کہ برصغیر میں بھی مسلمان اہل یورپ کو شکست دے کر واپس جانے پر مجبور کر دیں۔ امجد علی اشہری نے اپنی کتاب "سلطان صلاح الدین ایوبی" کے دیباچہ میں افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مغربی مورخین تاریخ کے ذریعے اپنے اسلاف کے کارناموں کو بیان کر رہے ہیں۔ ان کے اندر زندگی کی نئی روح پھونک رہے ہیں اور اس تعریف اور ناموری میں تاریخ میں رنگ آمیزی کر رہے ہیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ مسلمان اپنی تاریخ کو پڑھیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔ اس حوالے سے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ:

"۔۔۔ ہم کو دوسری قوموں کے کارناموں پر فخر و ناز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا اور عام قوموں کی دلچسپی کے لیے شائع کرنا چاہیے۔۔۔ اور چونکہ مسلمانوں کو گزشتہ صلیبی جنگوں سے خاص تعلق ہے جس میں یورپ کی تمام عیسائی بادشاہ اور شہنشاہ اور شہزادے ایک طرف ہیں اور اسلامی بہادر خدا پر بھروسہ کرنے والا ہیرو سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ایک طرف ہے۔"(8)

مذکورہ بالا تمام سوانح نگار، ناول نگار اور مورخین نے انگریزی تسلط کے زیر اثر مسلمانوں کو اخلاقی اور جذباتی غلامی سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان بننے کے بعد سے لے کر موجودہ دور 2014ء تک ہمارے ناول نگاروں، سوانح نگاروں اور مورخین نے بھی اسلاف کے کارناموں کے ذریعے نئی نسل کی اخلاقی تربیت اور قومی کردار کے تحفظ کے لیے صلیبی جنگوں کے حالات و واقعات کو بیان کیا ہے۔ ان میں قابل ذکر ناول نگار عنایت اللہ التمش کا "داستان ایمان فروشوں کی"، خان آصف کا ناول "فاتح اعظم صلاح الدین ایوبی"، الماس ایم اے کا "عماد الدین زنگی" اور قمر اجنالوی کے دو ناول "سلطان" اور "جنگ مقدس" شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سوانح نگار شاکر علی خان کی کتاب "اللہ کا سپاہی" ہے۔ مورخین کی کتابوں میں ممتاز لیاقت کی کتاب "تاریخ بیت المقدس" اور محمد اسماعیل ریحان کی کتاب "سلطان صلاح الدین ایوبی" شامل ہیں۔

مقدس سرزمین (مذہبی حیثیت):

بیت المقدس مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے یکساں عظمت و احترام کا مقام ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات کسی صورت قابل قبول نہ تھی کہ یہ مقدس شہر ایک مرتبہ پھر عیسائی قبضے میں ہو۔ اسی لیے عیسائی اور مسلمانوں کے درمیان 200 سال تک صلیبی جنگیں ہوئیں۔ اردو ادب میں مختلف اصناف میں اس مذہبی جنگ کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ ہمارے مصنفین نے اس موضوع کے انتخاب کی ایک وجہ مذہبی حیثیت بھی بیان کی ہے۔ قبلہ اول ہونے کی وجہ سے اس زمین سے مسلمانوں کی محبت فطری ہے۔ اس شہر مقدس سے مذہبی عقیدتیں وابستہ ہونے کی وجہ سے اپنے غازیوں اور شہیدوں کے کارنامے فخر سے بیان کیے گئے ہیں۔

عبدالحلیم شرر نے اپنے ناول "ملک العزیز ورجنا" لکھنے کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جن میں ایک بیت المقدس کے لیے مذہبی جذبات اور محبت ہے۔ وہ ناول کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

"اول تو اس ناول کا سین اس سرزمین پر کھینچا گیا ہے جو یورپ اور ایشیا بلکہ ساری دنیا کی نظر میں ایک نہایت ہی معزز اور مقدس حیثیت رکھتی ہے جو مذہب کا سچ چشمہ تھی اور جس کی خاک سے ہزاروں انبیاء اور پیغمبر اٹھے یعنی سرزمین شام۔۔۔ یورپ ہزار ترقی کرے اور اپنے ناموروں کو پیش کرتے وقت لاکھ بڑھ بڑھ کر باتیں بنائیں مگر ایشیا کا ملک شام وہ مقام ہے کہ اس کے آگے ہمیشہ اس کا سر جھک جائے گا۔"(9)

اسی طرح صادق حسین سردھنوی نے اپنے ناول "صلاح الدین ایوبی" کے پیش لفظ میں اس شہر مقدس کی مذہبی حیثیت کو ناول لکھنے کی ایک وجہ قرار دیا ہے۔ مصنف نے ناول کے آغاز سے پہلے پیش لفظ یا ابتدائیہ کا عنوان دینے کی بجائے "ناموران اسلام" کے عنوان سے بیت المقدس اور صلاح الدین ایوبی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ مصنف کے مطابق بیت المقدس کی مذہبی حیثیت کی وجہ سے اس زمین کے لیے لڑی گئی لڑائیوں کو مقدس جنگیں کہا جاتا ہے۔ اس شہر کی مذہبی حیثیت مسلمانوں کے لیے ہر لحاظ سے بڑھ کر تھی۔ اس شہر کو 16 ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں سے فتح کیا تھا۔ بیت المقدس نہ صرف ہمارا قبلہ اول تھا بلکہ اسی سرزمین سے آپؐ نے معراج کا سفر بھی کیا۔(10)

صادق سردھنوی نے ناول لکھنے کا ایک سبب مذہبی تقدس بیان کیا ہے۔
خان آصف نے اپنے ناول "فاتح اعظم صلاح الدین ایوبی" کے پیش لفظ میں بیت المقدس کو تین مذاہب یہود، عیسائی اور مسلمانوں کے لیے مذہبی اہمیت کا حامل شہر کہا ہے۔ ان کے مطابق یہود و نصاریٰ کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اس شہر کی معتبر حیثیت ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے لیے مقدس ہونے کی دو وجوہات ہیں، ایک قبلہ اول کی حیثیت اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سفر معراج اسی شہر سے ہوا۔(11)
بیت المقدس کی آزادی کے لیے صلاح الدین ایوبی نے پورے یورپ کے بادشاہوں اور حکمرانوں کو اپنی جان پر کھیل کر شکست دی۔ ناول لکھنے کی ایک وجہ مصنف نے مذہبی تقدس بیان کی ہے۔
ممتاز لیاقت اپنی تاریخی کتاب "تاریخ بیت المقدس" کی ابتدائیہ میں افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہماری مقدس سرزمین اب ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ اس سرزمین کو عیسائیوں سے لینے میں صلاح الدین نے کتنی لڑائیاں لڑی، کتنی مشکل سے کامیابی حاصل کی۔ اس شہر کی تاریخ، عظمت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ:
"بیت المقدس ہمارا قبلہ اول ہے یہ ہماری نسل کی بڑی بد قسمتی ہے کہ اسے قبلہ اول کے چھن جانے کے حادثے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔۔۔ ہم اس شہر کی عظمت و فضیلت کو نہیں جان سکے جس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سفر کیا اور غازی اسلام صلاح الدین ایوبی اور ان کے جان نثار ساتھی برسوں لڑتے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اس شہر کے ذرے ذرے میں ان کا خون رچ بس گیا جو آج بھی مضطرب اور بے چین اور ایک نئی کروٹ کا منتظر ہے۔"(12)
مصنف دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے پوری ایک صدی تک اپنے خون کا خراج پیش کر کے اس مقدس سرزمین کو فتح کیا لیکن ہم اس شہر کی عظمت کی حفاظت نہ کر سکے۔ مصنف کی تاریخ لکھنے کا مقصد اس سرزمین سے والہانہ محبت اور جذبہ ہے۔
رد استشراق مقاصد:
مشرقی و مغربی مورخین کے ہاں مقدس صلیبی جنگوں کے حوالے سے تضاد پایا جاتا ہے۔ مغربی نقطہ نظر کے مطابق ان جنگوں کا مقصد صرف بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس حاصل کرنا تھا۔ جب کہ مشرقی مورخین کے مطابق عیسائیوں کا مقصد صرف ارض مقدس کا حصول نہیں تھا، بلکہ مسلمانوں کے علاقوں اور ان کی املاک پر بھی قبضہ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب کے اندرونی تضادات سے جان چھڑانے کے لیے بادشاہوں اور پاپ نے یہ جنگ چھیڑی۔ مغربی مورخین نے کئی جگہوں پر اصل تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے مورخین نے صلیبی جنگوں پر تاریخ لکھنے اور سوانح نگاروں نے صلاح الدین کی سوانح لکھنے کا ایک سبب تاریخ کو اصل حقائق کے ساتھ پیش کرنے کو قرار دیا ہے۔ مصنفین کے مطابق یورپی مورخین نے کئی حوالوں سے کرداری اور واقعاتی طور پر مسلمانوں کی صحیح تاریخ کو مسخ کرنے کی شعوری کوشش کی۔ اب ان مصنفین کا مقصد صحیح واقعات کو مدلل انداز سے پیش کرنا تھا۔ سید امجد علی اشہری "سلطان صلاح الدین" کی دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:
"مغربی مصنفین اور مورخین اپنے اسلاف کو طرح طرح کی تعریف اور ناموری میں دنیا سے بڑھ چڑھ کر ثابت کرنا چاہتے ہیں اور دوسری قوموں کے نامور لوگوں کی غلغلۂ تعریف کو اپنی بلند آوازگی کے سامنے پست کرنا پسند کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنے بزرگوں کے حالات دوسری قوموں سے سنے یا مغربی تصنیفات میں پھیکی روشنائی سے لکھے دیکھے۔ وہ ان کے قلوب پر پوری طرح روشنی نہیں ڈال سکتے۔"(13)
اسی علمی بد دیانتی کے پیش نظر مسلم مورخین اور سوانح نگاروں نے مسلمانوں کے عروج اور کارناموں کو تاریخ کے پیرائے میں شدت کے ساتھ پیش کیا۔
اسی طرح حکیم احمد حسین نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مغربی مورخین نے تاریخ میں اپنے اسلاف اور ہیرو کو عزت و قدر کے ساتھ پیش کیا ہے۔ حالاں کہ تاریخ میں ان کی اصل صورت قدرے مختلف ہے۔ ان کی نسبت مسلمان اپنی تاریخ سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے اسلاف اور نامور ہیرو کی سوانح سے ہی بے خبر ہیں۔ اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:
"واقعی ہماری قوم کی عام ناواقفیت اور علی الخصوص فن تاریخ کی لاعلمی نے نہ صرف ان کے خیالات کے دائرے ہی کو تنگ اور محدود نہیں کر رکھا بلکہ اس نے یہ آفت ڈھا رکھی ہے کہ اب شجاعت دلیری فیاضی کی اصلی اور نقلی تصویروں کو ایک دوسرے سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر قوموں کی مصنوعی مشاہیر کو خوشنما رنگین لباس میں دیکھ کر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور ان کی ایجاد کی ہوئی تصویروں کو جن میں کے محض فرضی رنگ بھرا گیا ہے قدر و عزت کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔"(14)
مصنف کے مطابق قابل افسوس عمل یہ ہے کہ تاریخی معلومات کی کمی کی وجہ سے لوگوں نے ان مورخین کو بڑا مقام اور مرتبہ دے رکھا ہے۔ حالاں کہ ان کا رتبہ کسی افسانہ گو سے زیادہ نہیں۔ ان میں سے بعض نے تاریخ کو جس طرح فرضی رنگ میں پیش کیا ہے، وہ سرے سے مورخ کہلانے کے ہی لائق نہیں۔ حکیم احمد حسین نے اسی وجہ سے ترجمہ کے لیے ابن خلدون کی کتاب کا انتخاب کیا تاکہ مسلمانوں کی صحیح تاریخ قارئین تک پہنچ سکے۔

رئیس احمد جعفری نے انگریز مؤرخ اینتھونی ویسٹ کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔انھوں نے دیگر مورخین کی نسبت انتھونی ویسٹ کو غیر جانبدار مورخ قرار دیا ہے، جنھوں نے صاف گوئی سے تاریخ بیان کی۔ لیکن اس کے باوجود وہ بھی تاریخ کو حقائق کی روشنی میں پیش کرنے میں ناکام رہے۔مصنف کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ :

"لیکن ان صفات کے باوجود کچھ پہلو ایسے بھی ہیں جو تشنہ توجہ ہیں، بعض ایسے واقعات بھی ہیں جن سے مصنف سر سری طور پر گزر گیا ہے، لیکن اپنی اہمیت کے اعتبار سے انھیں وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت تھی، بعض واقعات کے بیان میں سہو یا تسامح بھی ہو گیا ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ان کی تصحیح نہ کی جائے۔ چنانچہ میں نے کتاب کے آخر میں "تتمہ" کا اضافہ کر دیا ہے۔اس تتمے میں اپنی طرف سے میں نے حاشیہ آرائی نہیں کی ہے، صرف مسلم الثبوت مورخین کی عبارت پیش کر دی ہے۔" (15)

گویا مصنف نے دیگر مستند مورخین کی تواریخ سے استفادہ لازم جانا تاکہ حقائق کے بیان میں اغلاط کو دور کیا جاسکے۔

رشید اختر ندوی نے اپنی کتاب سلطان صلاح الدین ایوبی کے دیباچے میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ یورپ مورخین نے صلاح الدین ایوبی کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح سلطان کی قدر و منزلت اور اصل حقیقت لوگوں کے سامنے نہ آئے۔مصنف رشید اختر ندوی نے صلاح الدین کی سوانح لکھنے کا مقصد یہ ظاہر کیا ہے کہ اہل عرب کی مسخ شدہ تاریخ کا اصل روپ دکھایا جائے۔دیباچہ کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"صلاح الدین چونکہ مسلمان قوم میں پیدا ہوئے اور اس قوم کی سربلندی کے لیے جیے اور اسی کے لیے مرے۔اس لیے یورپ نے ان کی عظمت و جلالت کے آفتاب کو مٹانے کی پوری کوشش کی ہے۔ہم آئندہ صفحات میں انشاءاللہ ان غلط داستانوں کی بھرپور تردید کریں گے جو انہیں بدنام کرنے کے لیے وضع کی گئیں اور ساتھ اس بزرگ شخصیت کے وہ صحیح حالات بھی سنائیں گے جن پر ان کی عظمت کی فلک بوس عمارت کھڑی ہے۔"(16)

مصنف نے صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے صلاح الدین کی شخصیت کو بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کیا بلکہ انھوں نے سوانح لکھنے کے لیے مستند تواریخ کا سہارا لیا ہے۔جس میں صلاح الدین کی حقیقی صورت شخصیت اور کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ انھوں نے کتاب لکھنے میں ابن خلدون، ابن خلکان، کامل ابن اثیر اور بہاؤدین کی تواریخ سے استفادہ کیا۔

مشنری سرگرمیوں کا ردعمل:

برصغیر میں کمپنی کی حکومت تک برطانوی تجار کی خواہش تھی کہ مذہبی معاملات کو برصغیر سے دور رکھا جائے۔تاہم جب برصغیر براہ راست سلطنت برطانیہ کا حصہ بنا تو نوآبادیاتی منصوبے کا اخلاقی جواز، یعنی مذہب بھی بروئے کار لایا گیا اور ہندوستان میں بڑی تعداد میں عیسائی مشنری داخل ہوئے۔ حکومتی سرپرستی کے باعث ان کی تیز رفتار کامیابیوں سے مقامی سطح پر تمام مذاہب میں ردعمل کی صورت سامنے آئی۔ مسلمانوں میں بھی مذہبی سطح پر اس کی روک تھام کے ساتھ ساتھ، علمی سطح پر بھی اس کا ردعمل سامنے آیا۔اس کی ایک ذیلی جہت یہ بھی ہے کہ اردو مورخین و مصنفین نے صلیبی جنگوں کو موضوع بنایا تاکہ مسلمانوں کو عیسائیوں کے عزائم سے نہ صرف آگاہی حاصل ہو بلکہ وہ ان کی سرگرمیوں اور چالوں سے بھی واقف ہوں۔ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان دوبارہ ایسی صورتحال سے دوچار نہ ہوں جیسے گیارہویں صدی میں تھے۔اس سے ہم یہ مراد نہیں لے سکتے کہ مصنفین عیسائیوں سے نفرت کا جذبہ رکھتے تھے بلکہ انھوں نے ردعمل کے طور پر اپنی تخلیقات میں اس موضوع پر لکھا۔ان کا بنیادی مقصد امت کی فکری رہنمائی تھی۔

مصنفین نے فکری بیداری سے اپنی تصانیف میں اس کی وضاحت کی ہے۔عیسائی یورپی قوتوں نے ہمیشہ سے صرف ہتھیار کا استعمال نہیں کیا بلکہ انھوں نے مسلمانوں کے خلاف مشنری اور تہذیبی یلغار سے بھی کام لیا۔ امجد علی اشہری اپنی کتاب "سلطان صلاح الدین" کے دیباچہ میں اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مغربی مصنفین اور مورخین اپنی مردہ تاریخ کو اس لیے زندہ کر رہے ہیں کہ ان کی تعریف اور ناموری کے چرچے پوری دنیا میں ہوں۔وہ بڑھ چڑھ کر اپنے اسلاف کے کارناموں کو بیان کر رہے ہیں کہ دنیا کی دوسری قومیں ان کے علوم و ترقی کی وسعت سے مغلوب ہو جائیں۔ مصنف کو اندازہ ہوا کہ ہم خود اپنے اسلاف کی تاریخ اور ناموران کے کارناموں کو پیش کر کے ہی ان کے عزائم کو ناکام بنا سکتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ :

"مجھ کو امید ہے کہ ہر شخص اس کو دلچسپی سے دیکھے گا اور ہر مسلمان اس کو پڑھ کر سلطان صلاح الدین کی بے مثل بہادری پر فخر و ناز کرے گا جس کے سامنے نپولین کے کارنامے افسانہ نظر آتے ہیں۔" (17)

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت انتہائی مایوس کن تھی ۔ گیارویں صدی کے حالات بھی ایسے تھے جب ساری عیسائی دنیا اپنے وسائل سمیت مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ایسے حالات میں صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں مسلمانوں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور انھیں اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔اب حالات دوبارہ ایسے بن گئے تھے کہ مصنفین ہند نے عیسائیوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے صلاح الدین کے کردار کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا اور مسلمانوں کو

اس بات کا اندازہ ہو کہ اب بھی کامیابی ان کا مقدر بن سکتی ہے۔اس حوالے سے رشید اختر ندوی کے مطابق مسلمانوں کے آج کے حالات کا مقابلہ ان پریشانیوں اور مصائب سے کیا جائے جو صلاح الدین کو درپیش تھیں، تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ صورتحال اس سے زیادہ خطرناک اور مایوس کو نہیں۔ ان کے دیباچہ سے اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"صلاح الدین کی زندگی کے حالات پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہی ہے کہ مسلمانان ہند دیکھ سکیں کہ صلاح الدین نے حضور سرور کائنات کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر کتنی نعمتیں انعام میں پائیں اور اگر ہم بھی یہی طریق اختیار کریں تو قدرت ہم پر اپنی بخششوں اور عنایتوں کے دروازے اب بھی کھول سکتی ہے۔"(18)

ان مصنفین نے اس بنیادی نکتے پر زور دیا کہ مسلمانوں کو تب تک عروج حاصل رہا جب تک ان کا نصب العین اسلام کی سربلندی رہا لیکن جہاں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹے ان کا زوال شروع ہوا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں عیسائی مسلمانوں سے برسرپیکار تھے جب کہ آج کل یہ کام یہودیوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ان کا مقصد یہی ہے کہ ہر صورت میں بیت المقدس (فلسطین) سے مسلمانوں کو مکمل طور پر خارج کر دیا جائے۔ ممتاز لیاقت کے ہاں بیت المقدس کی تاریخ پیش کرنے کا پس منظر اہل مغرب کی حقیقت سامنے لانا ہے۔ مصنف "تاریخ بیت المقدس" کے ابتدائیہ میں اپنے خیالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"آج پھر مشرق وسطیٰ ایک نئی طوفان کی لپیٹ میں ہے۔ یہ سیلاب صیہونیت کا ہے جو ماضی کے تاتاری فتنہ کی مثال بلکہ اس سے شدید تر ہے۔حال اور ماضی کے ان دو فتنوں میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف اتنا کہ تاتاری فتنہ اپنے وجود میں مستقل تھا اور عہد حاضر کا صیہونی فتنہ استعماری طاقتوں کا ایک بہروپ ہے۔ چہرہ دیکھیے تو اسرائیل۔۔ لیکن اس کو دل و دماغ، اعضاء و جوارح، ارادے نے دیا ۔ غور و پرداخت بھی اسی نے کی اور حفاظت بھی وہی کر رہا ہے اور یہی حقیقت اس کی فتنہ سامانی کو بڑھاتی ہے۔" (19)

دورحاضر میں مغربی ممالک کی عربی زمین میں ایک بار پھر مداخلت نے ادیبوں کو قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ شاکر علی خان اپنی کتاب "اللہ کا سپاہی" کے دیباچہ میں بہت تفصیل کے ساتھ اس کی وجہ بتاتے ہیں۔ یہ صلاح الدین ایوبی کی سوانح عمری ہے جس میں مصنف کہتے ہیں کہ صلیبی جنگوں کا اثر دورحاضر کے مشرق وسطیٰ پر آج بھی ہے۔ دنیا میں جہاں بھی مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان لڑائی ہو، وہاں پر صلیبی جنگوں والے جذبات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں آج بھی صلاح الدین زندہ ہے اور ان کے لیے مشعل راہ ہے۔اس حوالے سے مصنف لکھتے ہیں کہ:

"تیسری صلیبی جنگ سب سے زیادہ زہریلی تھی اور واقعی مقدس جنگ میں بہت سی باتیں غیر مقدس اور غیر مذہبی کی گئیں۔ابتدا سے ہی یہ تو ایک تاریخی حیثیت ہے کہ یہ سب عیسائیوں کی مذہبی جنگیں تھیں جن کا جواب اور ردعمل جہاد تھا۔ جہاد بذات خود ایک مدافعتی تخیل ہے جو کفار کے ظلم و تشدد کے جواب میں جائز ہے۔۔۔ یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ آج لفظ جہاد مغربی لوگوں اور مغربی حکومتوں کے دلوں میں خوف پیدا کرتا ہے جو اسے دہشت گردی اور اسلامی جنون سے ملا دیتے ہیں۔ لیکن اسلامی تاریخ میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی جو بارہویں صدی کی عیسائی صلیبی دہشت گردی اور جنون کے ہم پلہ ہو۔"(20)

2000ء سے ایک بار پھر صلیبی جنگوں کا لفظ بطور سیاسی و تزویری استعارہ مغرب میں دہرایا جا رہا ہے ۔اب مصنفین کے ہاں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں صلیبیوں نے قلعوں کا جال بچھا کر عرب کے علاقوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ آج مغربی دنیا اپنے سیاسی و معاشی مقاصد کے لیے اسرائیل کی پشت پناہی کر کے عرب آبادیوں کو مقید کرنے اور قدرتی وسائل کو کم ترین قیمت اور آسان ترین شرائط پر حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ صلیبی جنگوں کے سرکردہ عیسائی تھے اور آج یہ مشنری سرگرمیاں صیہونی طاقتوں نے شروع کر دی ہیں۔ بارہویں صدی کی طرح آج بھی عرب مسلمان سیاسی اختلافات وانتشار کا شکار ہیں۔انھیں متحد کرنے کے لیے ایک صلاح الدین کی ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں عیسائیوں اور یہودیوں کے مظالم کا جواب دینے کے لیے اس دور کا نوجوان سلطان صلاح الدین ایوبی کے طرز زندگی کو رہنما بنانے کے لیے تیار ہے۔ یہ مسلمان سلطان کی زندگی پر لکھی گئی کتابوں کو پڑھنا چاہتا ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ اس عہد میں صلیبیوں کی اصل صورت ان کے سامنے لائی جائے۔ مصنف اسماعیل ریحان اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"زیر نظر کتاب اسی مقصد کے تحت لکھی گئی ہے۔ یہ سلطان ایوبی کی سیرت اور کارناموں کو پوری سچائی دیانت اور تحقیق سے پیش کرتی ہے۔۔۔ یہ اس دور کی سیاسی و عسکری پس منظر کے بارے میں بھی مفصل معلومات دیتی ہے اور یورپی بادشاہتوں کی سیاہ کاریوں اور مکروفریب کا پول بھی کھولتی ہے۔"(21)

برطانوی استعمار کے دور میں اہل قلم نے صلیبی جنگوں کے موضوع کو ایک استعارہ کے طور پر استعمال کیا ۔اردو ادب میں صلیبی جنگوں پر لکھی گئی کتابوں کی وجہ کوئی ایک پہلو یا جذبہ نہیں بلکہ کئی عوامل کا مجموعہ ہے۔ مختلف عہد میں مختلف مقاصد کے لیے یہ کتابیں لکھی گئیں۔ مغرب میں صلیبی جنگوں کو "مذہبی تقدس" کے حوالے سے پیش کیا گیا ۔اسی لیے انھیں "مقدس جنگ" کہا گیا۔ جب کہ مسلمانوں کو غیر تہذیب یافتہ، ظالم اور وحشی کے طور پر پیش کیا گیا۔ ہمارے مورخین ،سوانح

نگاروں اور ناول نگاروں نے ان کے بیانیے کو جواب دینے کے لیے اپنی اصل تاریخ پیش کی، جو مستند حقائق پر مبنی ہے۔ اس طرح انھوں نے مستشرقین کو بھرپور جواب دیا۔

اس کے علاوہ مصنفین کا مقصد تھا کہ مسلمان خود اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور اپنی کمزوریوں کو دور کریں۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اپنی غفلت سے آگاہی اور فکری کمزوریوں کا احساس دلایا جائے۔ کئی مشنری مورخین نے مسلمانوں اور خاص کر صلاح الدین کے خلاف جھوٹا پروپگنڈا کیا۔ مصنفین نے ان الزامات کا علمی جواب دینے کے لیے یہ کتب لکھیں اور صلاح الدین کی جرات، بہادری اور عظیم الشان قربانیوں کو صفحہ قرطاس کی زینت بنایا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نوجوان نسل کا جذبہ ملی بیدار ہو اور وہ سلطان کی طرز زندگی سے رہنمائی حاصل کریں۔ گویا اردو میں صلیبی جنگوں پر لکھی گئی متون کا مقصد مغربی مورخین کی جانبدارانہ تاریخ نگاری کے رد عمل میں اصل تاریخ بیان کرنا، اسلاف کے کارناموں کے ذریعے مسلمانوں میں جوش وجذبہ پیدا کرنا اور مشنری سرگرمیوں کے حوالے سے شعور دینا تھا۔

حوالہ جات

1۔ ابن خلدون، (ترجمہ: حکیم احمد حسین)، "صلاح الدین"، آلہ آباد: مطبع الرشید، 1897ء ص:4

2۔ جارج ڈبلیو کاکس، "حروب صلیبیہ" (ترجمہ: عبدالحلیم شرر)، لکھنؤ: دلگداز پریس، 1895ء، ص:5

3۔ عبدالحلیم شرر، "عبدالحلیم شرر کے چار ناول"، لاہور: الحمد پبلیکیشنز، 2018ء ص:4

4۔ صادق حسین سردھنوی، ''صلاح الدین ایوبی'' دہلی: پرویز بک ڈپو، س ن

۵۔ محمد اسماعیل ریحان، مولانا، "سلطان صلاح الدین ایوبی" جلد اول، کراچی: ادارۃ النور، 2014ء، ص:15

6۔ رشید اختر ندوی، سید، "مجاہد اعظم حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی"، دہلی: دار الفرقان، س ن، ص:3

7۔ سراج الدین احمد، "حیات صلاح الدین'' انبالہ: کتب خانہ بلالی، 1900ء، ص:3

8۔ امجد علی اشہری، "حیات سلطان صلاح الدین ایوبی"، لاہور: کارخانہ پیسہ اخبار، 1927ء، ص: 2

9۔ عبدالحلیم شرر، "ملک العزیز ورجنا"، (مرتب: ممتاز منگلوری)، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1964ء ص:18

10۔ صادق حسین سردھنوی، ''صلاح الدین ایوبی'' دہلی: پرویز بک ڈپو، س ن، ص:3

11۔ ممتاز لیاقت، ''تاریخ بیت المقدس'' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1972ء، ص:12

12۔ خان آصف، "فاتح اعظم صلاح الدین ایوبی"، لاہور: القریش پبلی کیشنز، 2011ء، ص:3

13۔ امجد علی اشہری، "حیات سلطان صلاح الدین ایوبی"، ص:1۔2

14۔ ابن خلدون، (ترجمہ: حکیم احمد حسین)، "صلاح الدین"، ص:1

15۔ انتھونی ویسٹ، "صلیبی جنگیں"، (ترجمہ: رئیس احمد جعفری)، لاہور: فکشن ہاؤس، 2000ء، ص:6

16۔ رشید اختر ندوی، سید، "مجاہد اعظم حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی"، ص:5

17۔ امجد علی اشہری، "حیات سلطان صلاح الدین ایوبی"، ص:3

18۔ رشید اختر ندوی، سید، "مجاہد اعظم حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی"، ص:5

19۔ ممتاز لیاقت، ''تاریخ بیت المقدس'' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1972ء، ص:11۔12

20۔ جیمس روسٹن، "اللہ کا سپاہی"، (مترجم: شاکر علی خان)، کراچی: علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشنز، 2006ء، ص:9

21۔ محمد اسماعیل ریحان، مولانا، "سلطان صلاح الدین ایوبی" جلد اول، ص:17